نئے مسائل کا حل اور اجتہاد

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نئے مسائل کا حل اور اجتہاد

اس اجتماع (فقہی سمینار) کا جو سب سے بڑا فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ یہاں قدیم اور جدید علوم کے ماہرین کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس زمانہ میں سیاسی، تمدنی، اقتصادی، طبی وغیرہ مسائل اتنے پھیل گئے ہیں۔ اتنے گونا گوں ہو گئے ہیں کہ ان تمام کوششوں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی روشنی میں احکام شرعیہ کو مرتب اور مستنبط کرنا صرف اسی شخص کے بس کا کام ہو سکتا تھا جو مجتہد مطلق کہلانے کا اہل ہوتا۔ لیکن مجتہد مطلق کا جو مقام ہے، جو شرائط ہیں، آپ حضرات جانتے ہیں ان کے پیش نظر آج دور دور تک کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی ہے جو اجتہاد مطلق کا دعویٰ کر سکے یا اس سلسلہ میں کوئی کام کر سکے، لیکن واقعہ یہی ہے کہ حالات سیاسی میدان میں، اقتصادی میدان میں، معاشرتی میدان میں اور مختلف شعبہائے حیات میں اتنی تیزی سے بدل رہے ہیں، اور اتنے بڑے پیمانہ پر ان میں تبدیلی رونما ہو رہی ہے کہ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ اس وقت اجتہاد مطلق کی ضرورت ہے، صورت حال یہ ہے کہ قرآن کو جو کچھ بیان کرنا تھا وہ بیان کر چکا، حضور ﷺ نے اپنی تئیس سالہ زندگی میں قرآن کریم کی جو تشریح فرمائی تھی وہ فرما دی، اسلاف امت نے ان دونوں چیزوں کی حفاظت کی، نظم قرآن کی بھی اور معانی قرآن کی بھی، اور معانی قرآن وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں، ہمارا دعویٰ ہے اور عقیدہ ہے، اب کوئی نئی شریعت آنے والی نہیں ہے کسی اور نبی کے آنے کا امکان نہیں ہے، اللہ نے اپنے دین کی تکمیل کر دی اور اللہ نے ہمیں ایسی امت بنایا جو آخری امت ہے، اور قیامت تک تمام مسائل کا

سامنا اسی امت کو کرنا ہے، ان حالات میں جب کہ تبدیلیاں تو معاشرہ میں اتنی تیزی سے آرہی ہیں، اتنے بڑے پیمانہ پر آرہی ہیں کہ ہمارا فقہی ذخیرہ اس میں شک نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں کا حل اصولی طور پر اس میں ضرور موجود ہے، مگر جزوی طور پر اور جزئیات کی صورت میں وہ کفایت نہیں کر رہا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ حالات میں تبدیلی اتنی شدت سے آئی ہے اور آرہی ہے کہ اجتہاد کے مسائل اور اس کے باقی مسائل کے لئے بھی بہ ظاہر آئندہ دوسرے سمینار سے کام چلنے والا نہیں ہے، اور عادۃ اللہ یہ ہے کہ جب کوئی ضرورت پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالی اس کا سامان بھی پیدا فرما دیتے ہیں، ایک طلب جب پیدا ہوتی ہے تو اللہ رب العالمین کی طرف سے اس کی رسد بھی آتی ہے، اللہ سے ہمیں قوی امید ہے کہ عنقریب نہ سہی لیکن عادۃ اللہ یہ بتاتی ہے کہ کوئی مجتہد مطلق بھی رونما ہونے والا ہے، کیونکہ اس کی ضرورت شدید ہے، پوری دنیا اس کی طالب ہے لیکن مجتہد مطلق کا جو مقام ہے وہ اتنا اونچا مقام ہے کہ آج کوئی اس کا دعویٰ بھی کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا، شاید بظاہر حالات ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ اب امام مہدی علیہ السلام ہی مجتہد مطلق ہوکر آئیں گے، لیکن کچھ نہیں معلوم کہ ان کا ظہور کب ہونے والا ہے، واقعہ یہ ہے کہ زندگی رواں دواں ہے، زندگی کا یہ قافلہ انتظار نہیں کرتا۔ ہمارے یہ مسائل جو روز بروز پیدا ہورہے ہیں ان کے بارے میں امت مسلمہ کی نظریں علماء امت کی طرف اٹھ رہی ہیں، اقتصادی میدان میں آپ کیا کہتے ہیں، طبی مسائل جو پیدا ہورہے ہیں ان میں آپ کی رہنمائی کیا ہے۔ معاشرہ میں اور سیاست کے میدان میں جو نت نئے نظریات، مسائل اور رسوم جڑ پکڑ رہی ہیں، ان میں اسلام کی ہدایت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں نظریں علماء کرام ہی کی طرف اٹھ رہی ہیں، اور اس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی اسی مسئولیت کو پورا کرنے کے لئے وہ جد وجہد اختیار کریں جو ہمارے اسلاف کا وطیرہ رہی ہے۔ کیونکہ ابھی مغرب سے پہلے امام محمد رحمۃ اللہ کا قول آپ سن چکے ہیں کہ اگر محمد بھی سو گیا تو یہ پوچھنے والے کس سے پوچھیں گے،، جو ذمہ داری اس وقت ائمہ مجتہدین پر اور

ایک ایک امام پر آرہی تھی اب جب کوئی شخص ان کی جگہ لینے والا نہیں ہے تو ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ وہ ذمہ داری جو امام محمد کے کندھوں تھی آج وہ ہم میں سے کسی ایک کے کندھے پر تو نہیں، لیکن ہمارے مجموعہ کے اوپر اور ان کے کندھوں پر یہ ذمہ داریاں موجود ہیں اور ہمیں یاد دلا رہی ہیں کہ راتوں کو جاگا کریں۔ ''من طلب العلی سہر اللیالی''۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے تھے کہ علامہ انور شاہ کشمیری جب مرض الموت میں گرفتار تھے، ہر وقت یہ خطرہ تھا کہ کسی وقت بھی وفات کی خبر آجائے گی، ایک رات تہجد کے وقت دیوبند میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ علامہ کشمیری وفات پا چکے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بیتاب ہوکر جلد محلّہ خانقاہ کی طرف حضرت کو دیکھنے کے لئے چلا، حضرت کے کمرہ میں پہنچا تو دیکھا کہ لالٹین جل رہی تھی، اس زمانہ میں بجلی نہیں تھی، اجازت لے کر حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب دوزانو ہوکر بیٹھے ہیں کتاب شامی ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ لالٹین پر جھکے ہوئے شامی کے مطالعہ میں غرق ہیں۔ بہت سخت علالت اور ضعف کا زمانہ تھا۔ حضرت علامہ شبیر احمد فرماتے ہیں کہ میں نے بطور راز اور بطور شکایت عرض کیا کہ حضرت! مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ کہ شامی میں کون سا ایسا مسئلہ ہے جس کو آپ نے پہلے نہ دیکھا ہو، اور جو آپ کا دیکھا ہوا ہوتا ہے تو آپ کو یاد بھی ہوتا ہے، اور اگر کوئی مسئلہ ایسا تھا کہ جو آپ نے دیکھا نہیں تھا اور آپ کو یاد بھی نہیں تھا، تو ہم آپ کے غلام کہاں مر گئے تھے، ہم میں سے کسی ایک کو حکم دیتے وہ مسئلہ نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا، اس تکلیف میں آپ اتنی مشقت اٹھا رہے ہیں، مطالعہ فرما رہے ہیں، علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب مجھے دیکھنے لگے اور فرمایا کہ بھئی! یہ بھی ایک بیماری ہے، مطالعہ بھی ایک بیماری ہے اللہ تعالیٰ یہ بیماری مجھے عطا فرمائے، یہ بیماری ہماری چھوٹ گئی ہم صحتیاب ہو گئے۔ یہ بیماری ہمارے بزرگوں کو بھی تھی، راتوں کو جاگ کر انہوں نے امت مسلمہ کی رہنمائی کی ہے۔ بہت بھاری ذمہ داری ہم پر آگئی ہے۔

اب وقت نہیں رہا، صدیوں سال پہلے ہمارے اسلاف نے بہت عرق ریزی کے ساتھ جو کتابیں اور فقہ وفتاویٰ مرتب کئے، ان کو دیکھ کر اور آنکھ بند کر کے فتویٰ دیتے چلے جائیں، والد صاحب بکثرت فرماتے تھے کہ فقہاء کرام کا مشہور قاعدہ ہے: "**من لم یعرف أھل زمانہ فھو جاھل**" حالات زمانہ پر جب تک نظر نہ ہو امت کی رہنمائی نہیں کی جا سکتی ،فتویٰ اور فقہ کا دعویٰ نہیں کرسکتا، ان حالات میں ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں ہیں،فتویٰ میں انحطاط ہے، حالات میں ناسازگاری ہے،ہر شخص اپنے اپنے حالات میں گرفتار ہے۔علمی صلاحیتیں بھی دن بدن کم ہوتی جارہی ہیں ان حالات میں مسائل بڑھتے جارہے ہیں اور نئے نئے علوم سامنے آرہے ہیں، ان حالات میں اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے کہ جزوی مسائل میں جزوی اجتہاد کے راستے کو رواں دواں رکھا جائے۔جزوی مسائل میں اور اجتہاد کے مسائل میں ہمارے تمام فقہاء اور اکابر الحمدللہ بڑے بڑے کارنامے چھوڑ گئے ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی امداد الفتاویٰ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ان کے اجتہادی کارناموں کا واضح ثبوت ہے اور ساتھ ہی حسین یادگار بھی ہے۔

یہ تصور ہمارے بہت سے حلقوں میں اب بھی موجود ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا ہے، حالانکہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔آج بھی بند نہیں ہے اور آئندہ بھی بند نہیں ہوگا۔ہاں اس میں جو دروازے ہیں اس میں داخل ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں، اس زمانہ میں وہ شرائط افراد میں موجود نہیں رہے، اسی واسطے سمجھا جارہا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا۔بھلا قرآن وسنت کا کبھی دروازہ بند ہوگا؟ ہمارے یہ اکابر نئے مسائل میں مسلسل اجتہاد کرتے رہے ہیں، امداد الفتاویٰ کو اٹھا کر آپ دیکھیں خاص طور سے کتاب البیوع اور معاملات کے جو مسائل ہیں، ان کے اندر اجتہاد فی المسائل آپ کو جگہ جگہ ملیں گے، اور انہوں نے پوری کوشش کی ہے صرف یہی کام نہیں کیا کہ یہ بتادیا جائے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔معاملات بیوع وشراء سے متعلق،

لین دین سے متعلق ان کے بارے میں جب مسائل آئیں تو مفتی کے لئے یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ یہ مسئلہ ناجائز ہے، بلکہ وہ یہ بھی بتلائے کہ یہ صورت تو ناجائز ہے لیکن اس صورت میں یہ تبدیلی کر دی جائے تو جائز ہو جائے گا۔ جائز راستہ بتانا بھی مفتی کی ذمہ داری ہے ورنہ خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ اس طرح مرتد ہو جائیں گے کہ ان کو بھی خبر نہیں ہوگی کہ ہم مرتد ہو گئے ہیں ،اسی وجہ سے ہماری ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں ہیں۔

ان حالات میں کسی ایک فرد کے بس کا کام یہ نہیں رہا کہ وہ اجتہاد فی المسائل کسی خاص میدان میں تنہا کر سکے، مثلاً معاملات ہی کے باب میں اجتہاد فی المسائل تنہا کوئی شخص کر سکے، اور سارے مسائل کو حل کر دے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حالت زمانہ نے اور پچھلے دوسو سال کے سیاسی حالات نے جدید وقدیم علوم کے درمیان ایسی خلیج حائل کر دی کہ جن مسائل کا ہمیں حکم معلوم کرنا ہے ان مسائل کی صحیح صورت حال ہمیں نہیں معلوم اور جن حضرات کے سامنے صورت مسئلہ ہے انہیں جواب معلوم کرنے کا راستہ نہیں معلوم۔

میں خاص طور پر مبارک باد پیش کرتا ہوں جناب مولانا مجاہد الاسلام قاسمی دامت برکاتہم کو کہ انہوں نے اس مشکل مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلامک فقہ اکیڈمی قائم کیا، جس کے اندر انہوں نے قدیم وجدید دونوں کو ملا دیا اور اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے جو دوسو سال سے ہمارے درمیان حائل رہی ہے، واقعہ یہ ہے کہ ان مسائل میں جتنی احتیاج علماء اور فقہاء اور مفتی صاحبان کی ہے کم وبیش اس کے قریب قریب ہی احتیاج ہمیں ان علوم کے ماہرین کی ہے جن علوم کے بارے میں ہم مسائل کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ جدید علم کے ماہرین سے صورت حال ہمیں معلوم ہوگی ،یعنی صورت مسئلہ یہ بتائیں گے اور جواب آپ دیں گے، اور صورت مسئلہ متعین کرنا بھی آسان کام نہیں ہوتا اور ”السوال نصف العلم“ تو نصف العلم دانشور حضرات سے حاصل ہوگا اور باقی نصف العلم فقہاء کرام سے، مجھے امید ہے کہ یہ اکیڈمی اس سلسلہ میں مؤثر کردار ادا کرے گی اور یہ اکیڈمی اجتماعی اجتہاد کا ایک میدان ہموار کر رہی ہے۔

یہ اجتماعی اجتہاد و قیاس اس امت میں نئی چیز نہیں ہے،غور کیا جائے تو پورے تسلسل کے ساتھ اس کی نظیریں ہمیں پچھلے چودہ سو سال کے اندر ملتی ہیں، اور خود عہد رسالت کے اندر ملتی ہیں، اساریٰ بدر (بدر کے قیدیوں) کے واقعہ میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، واقعہ حضرات علماء کرام کو معلوم ہے اور فیصلہ مشورہ کے بعد ہوا، اس میں خطا ہوئی اس پر عتاب بھی ہوا۔ یہ اجتماعی اجتہاد تھا، اور حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مجلس بنائی تھی، ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں کہ جو بھی مسائل امت کو پیش آئے ہیں خلفائے راشدین نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے پوچھا ہے کہ آپ نے کوئی حدیث اس سلسلہ میں حضور ﷺ سے سنی ہو تو بتائیں، اگر حدیث مل جاتی تو فیصلہ ہو جاتا ورنہ اجتہاد ہوتا، امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنے شاگردوں کے ساتھ بحث و مذاکرہ کا سلسلہ جاری رکھا اور تقریباً چالیس عظیم المرتبت تلامذہ کے ساتھ اجتماعی اجتہاد اور قیاس کا سلسلہ جاری رہنا یہ مشہور و معلوم ہے، عالمگیرؒ نے اپنے فتاویٰ عالمگیریہ مرتب کرنے کے لئے علماء کو جمع کیا، اس زمانہ میں حالات بدلے ہوئے تھے، نئے مسائل پیدا ہوئے تھے انہیں کو حل کرنے کی ضرورت تھی، اس لئے فتاویٰ عالمگیری مرتب ہوا۔ اس زمانہ کے فقہاء کی جلیل القدر جماعت مقرر کی گئی۔ ''مجلۃ الاحکام العدلیۃ'' خلافت عثمانیہؒ کی میں مرتب ہوا۔ یہ بھی علماء کرام ہی کی ایک عظیم جماعت نے مرتب کیا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ستم رسیدہ عورتوں کی مشکلات کا فقہی حل معلوم کرنے اور نکالنے کے لئے متعدد حضرات کو ''الحیلۃ الناجزۃ'' کی ترتیب کا حکم فرمایا لیکن اس فتویٰ کو شائع نہیں کیا جب تک کہ ہندوستان کے تمام ارباب افتاء سے مراجعت نہیں ہوگئی، اور اصحاب افتاء کی آراء اور تنقیدیں حاصل نہیں ہوگئیں، حرمین شریفین کے فقہاء سے خط و کتابت ہوئی ان تمام مراحل کے بعد اس کو کتابی شکل میں شائع کرایا۔ ایسے اجتماعی مسائل جو پوری امت کو درپیش ہیں، یا ملک کے تمام مسلمانوں کو درپیش ہیں، ان میں انفرادی فتاویٰ نہیں دیئے جائیں ان میں باہمی مشورہ نہایت ضروری ہے، اور تمام بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے، چنانچہ پاکستان میں ''مجلس تحقیق مسائل

حاضرہ'' کے نام سے قائم تھی جو آج بھی موجود ہے، اس مجلس کی طرف سے مختلف رسائل طبع ہوئے، ایک ایک مسئلہ پر بعض اوقات دو دو سال تک تحقیق ہوتی رہی۔

اپنے بزرگوں نے ہمیں یہ طریقہ بھی بتلایا کہ ان مسائل کی تحقیق اور اپنے خیالات پر تنقید سننے کے معاملہ میں کتنا وسیع الظرف ہونا چاہئے، میں اور میرے بھائی مولانا تقی عثانی اس زمانہ میں جب یہ مجلس اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے مسئلہ پر اور پراویڈنٹ فنڈ (P.F) اور دوسرے مسائل پر تحقیق کررہی تھی، درجہ تخصص فی الافتاء میں تھے۔آپ جانتے ہیں کہ وہ آدمی جو ابھی درس نظامی سے فارغ ہوا ہو اور درجہ تخصص فی الافتاء میں پڑھ رہا ہو، ایک آدھ نحو کی کتاب بھی پڑھا رہا ہو، اس جیسی مجلس میں وہ کیا مشورے دے سکتا ہے، کیا مدد پہنچا سکتا ہے۔لیکن ہم دونوں بھائیوں کو اور تخصص فی الافتاء کے طلبہ کو اس مجلس میں والد صاحب علماء کے ساتھ حکما بٹھاتے اور ہم سب کو بحث وتحقیق میں شریک کرتے، اس میں انہوں نے ہمیں اتنا جری بنادیا تھا کہ جہاں مفتی اعظم پاکستان اور مولانا یوسف بنوری جیسے جلیل القدر علماء گفتگو کررہے ہوں، مسائل پر بحث کررہے ہوں، وہاں ہم لوگ صبح سے شام تک کتنی بار ان کی بات پر اعتراض کرتے، ان سے سوالات کرتے، ان دونوں حضرات کو میں نے دیکھا کہ ہماری باتیں ایسا سنتے تھے ہمہ تن گوش ہوکر جیسے کسی پیاسے کے سامنے پانی آگیا ہو، یہ وجہ نہیں کہ ہمارے پاس دلائل زیادہ تھے یا تھوڑے تھے، بلکہ وہ ہماری تربیت کررہے تھے ہمیں بتلارہے تھے کہ فقہی مسائل میں جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم پورا پورا وقت دیں اور صلاحیتیں خرچ کریں، یہ بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ دوسرے کے غور وفکر کو پوری توجہ اور حق پسندی کے ساتھ سنیں، اس کے بغیر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے، اس لئے مجھے یہ امید ہے کہ ہم انشاء اللہ اسی جذبہ کے ساتھ اس سیمینار کے تمام مباحث میں حصہ لیں گے کہ ہم ہر ایک کی بات اسی توجہ کے ساتھ سنیں گے جیسے کوئی طالب علم اپنے استاد کی بات سنتا ہے، اس طرح ہم لوگ بہت سارے نتائج تک پہنچ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انشاء اللہ مدد ہوگی۔

ہمارے بزرگوں کا ایک خاص طرہ امتیاز ہے، بلکہ پوری امت کے علماء اہل سنت والجماعت کے تمام فقہاء کا ایک خاص طرہ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے اپنی بات کی پچھ نہیں کی۔ علمی غرور، انانیت اور بات کی پچھ سے بہت دور تھے۔ ہمارے فقہاء کرام اور اپنے تمام بزرگ اور جن بزرگوں کو ہم نے دیکھا اور جن کی جوتیاں سیدھی کیں ان کو بھی ہم نے یہی پایا کہ ایک ادنیٰ طالب علم ان کی کسی بات پر کوئی اعتراض کردے تو نہ صرف یہ کہ ان کو توجہ کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اگر سمجھ میں آجائے تو فوراً قبول فرمالیتے تھے اور اپنی بات سے رجوع بھی کرلیتے تھے، چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے امداد الفتاویٰ میں حوادث الفتاویٰ کے ساتھ ساتھ ترجیح الراجح کا بھی ایک سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

اور اگر کسی عالم نے کسی مسئلہ میں ان کی کسی خطا کی طرف توجہ دلائی اور حضرت کی رائے تبدیل ہوگئی تو صرف یہی نہیں کہ ان کو خط لکھ دیا کہ میں نے رجوع کرلیا ہے، بلکہ اس کو شائع کیا جاتا کہ میں نے پہلے اس مسئلہ کا جواب یہ لکھ دیا تھا فلاں صاحب کے توجہ دلانے یا بعض حضرات کے توجہ دلانے سے اب میری رائے یوں ہوگئی ہے اور میں پچھلے قول سے رجوع کرتا ہوں، اور اب میرا فتویٰ یہ ہے، اس میں کبھی ان حضرات نے نہ کوئی شرم محسوس کی ہے اور نہ ہی اپنے درجہ میں کمی محسوس کی ہے، ان کے اس اعتراف نے ان کی عظمت میں اضافہ کیا ہے، ہمارے والد ماجد کے فتاویٰ کا مجموعہ امداد المفتیین کے نام سے شائع ہوا اس کا تھوڑا سا حصہ شائع ہوا ہے، اگر مکمل شائع ہوجائے تو بیس پچیس جلدیں ہوں گی، اس میں بھی حضرت نے ایک مستقل باب قائم کیا تھا۔ "اختیار الصواب لمختلف الابواب" اگر کسی مسئلہ میں ان کی رائے تبدیل ہوجاتی تو رجوع فرمالیتے تھے، اس بات کو میں اس لئے بیان کررہا ہوں کہ اس زمانہ میں ہمارے بزرگوں کی یہ سنت مردہ ہوتی جارہی ہیں، کسی ایک مفتی کے قلم سے اگر ایک فتویٰ نکل گیا اب یہ بہت کم رہ گیا ہے کہ توجہ دلانے اور خطا ظاہر ہونے پر رجوع کرلیں، اب بھی الحمدللہ ایسے حضرات علماء حق ہیں کہ اگر ان کے سامنے دلائل ان کے معارض آجائیں تو رجوع کرنے میں ان کو تامل نہ ہوگا،

لیکن اب ایسے حضرات بہت شاذ و نادر ہیں، ورنہ ہر ایک اس کوشش میں رہتا ہے کہ میرے قلم سے جو بات نکلی ہے اس کو منوایا جائے۔ہم نے اپنے بزرگوں کو الحمدللہ دیکھا ہے، اور ان سے سیکھا ہے، پیوند کاری کے مسئلہ میں **"مجلس تحقیق مسائل حاضرہ"** میں تقریباً دو سال تک بحث ہوتی رہی ہے بے شمار مسائل آئے ہوئے تھے۔سائلوں کو لکھ دیا گیا تھا کہ اس پر تحقیق ہورہی ہے، وقت لگے گا۔ جب تحقیق ہو جائے گی تو آپ کو جواب دیا جائے۔سوال یہ تھا کہ انسان کا عضو تناسل کاٹ کر دوسرے انسان کو لگانا اگر ممکن ہو جائے تو اس کا کیا اثر پڑے گا۔ثبوت نسب وغیرہ کے مسائل۔حلال وحرام وغیرہ کے مسائل بہت سارے مسائل پیدا ہوں گے۔اس بناء پر سوالات کی تحقیق شروع ہوئی اور جواب لکھا گیا۔اس جواب کا حاصل یہ تھا کہ انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں داخل کرنا حالت ضرورت میں جائز ہے،فروخت کرنا جائز نہیں۔کوئی شخص اگر پیسوں کے بغیر نہیں دیتا تو دینے والا اگر مجبور ہے تو گنہگار نہیں ہوگا، لینے والا گنہگار ہوگا۔اس جواب کے بعد اعضاء انسانی کے متعلق اور بھی عالم اسلام کے دارالافتاؤں سے کچھ فتاویٰ جاری ہوئے جو ہماری نظروں سے گذرے اور ان کو دیکھا، اور بھی کچھ حضرات علماء نے اس میں جو کام کیا تھا اس میں کچھ نئے دلائل ایسے سامنے آئے جن سے ہمیں اس بات کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس ہورہی ہے کہ اس مسئلہ پر نظر ثانی کی جائے، بہت ممکن ہے کہ جو فتویٰ عدم جواز کا دیا گیا تھا اور پاکستان میں شائع ہوا تھا ان دلائل کے آجانے کے بعد اس فتویٰ سے رجوع کیا جائے۔ اس فتویٰ پر دستخط کرنے والے جو حضرات موجود ہیں وہ رجوع کرلیں گے اور جو حضرات اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں ہمیں امید ہے کہ ان کی روحوں کو اس سے تسکین ہوگی۔

میری ان دونوں معروضات کے خلاصہ کے طور پر دو باتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اپنی بات کی پچھ اور بات کو ہر قیمت پر منوانے کی کوشش یہ ہر تحقیق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، ہمیں اس سے بچنا چاہئے، اور دوسرے یہ کہ اجتماعی مسائل میں باہمی مشورہ کے بغیر انفرادی فتاویٰ جاری کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے، اجتماعی اجتہاد و قیاس کا جو کام اسلامک فقہ اکیڈمی

نے اپنے سر لیا ہے وہ عظیم کام ہے ۔مشکل ہے، کٹھن ہے،لیکن وقت کی سب سے بڑی پکار ہے۔ پاکستان میں بھی الحمد اللہ اس سلسلہ میں خاصی پیش رفت اور خاصا کام ہوا ہے ۔ میں اس موقع کو مناسب سمجھتے ہوئے اگر گنجائش ہوتو چند منٹ میں اس سلسلہ میں عرض کروں گا کہ کس انداز میں کام چلایا جائے، انفرادی طور پر تو اسی طرح کام چل رہا تھا جیسا کہ یہاں ہندوستان میں بھی الحمدللہ انفرادی طور پر جگہ جگہ کام ہو رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ نہیں ہو رہا ہے۔پاکستان میں بھی علمائے کرام نے کئی کئی چھوٹی چھوٹی مجالس قائم کی ہیں، جیسے مجلس تحقیقات مسائل حاضرہ۔لیکن بڑے پیانہ پر کام کی ضرورت تھی جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء، علماء دیو بند، علماء بریلی، اہلحدیث سب حضرات جمع ہوں، اوران مسائل کا حل تلاش کریں۔اس سلسلہ میں سرکاری سطح پر ۱۹۷۷ء سے پہلے کوئی قابلِ ذکر پیش رفت نہیں ہوئی ۔ اللہ رب العالمین کا بڑا احسان تھا کہ پاکستان میں ایسے حالات پیش آئے کہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم کو زمام اقتدار سنبھالنی پڑی، جب وہ آئے تو ہم سب لرزہ براندام تھے کہ ایک فوجی جنرل آرہا ہے پتہ نہیں کس مزاج و مزاق کا انسان ہوگا، کس راستہ پر چلے گا۔لیکن جب اس کو قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ الحمدللہ یہ اپنے بزرگوں کا تربیت یافتہ ہے، حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے انہیں خاص عقیدت اور گرویدگی تھی، ان کا پورا خاندان ان کے بہنوئی حضرت تھانوی سے بیعت تھے، انہوں نے الحمدللہ بڑے بڑے دو کام کئے ایک اسلامی نظریاتی کونسل، جو دستور کی رو سے پہلے سے ضروری تھی اور پہلے سے موجود تھی لیکن اس میں علماء کو نہیں رکھا گیا تھا، اس میں انہوں نے یہ کیا کہ اچھے ماہر علماء کو اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل کیا، مولانا یوسف بنوری ،مولانا شمس الحق افغانی، مولانا تقی عثمانی صاحب اور بڑے بڑے علماء کرام کو اس میں شامل کیا اور ان کی ہمت افزائی کے لئے ان سے کہہ دیا کہ آپ کو جن وسائل کی ضرورت ہوگی وہ سب آپ کو فراہم کئے جائیں گے، پس جو کام آپ حضرات اسلامک فقہ اکیڈمی سے کر رہے ہیں، الحمدللہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل نے کئی سال بڑی تیز رفتاری کے ساتھ کیا۔اور جو مسائل درپیش تھے ان کو حل کیا،

لیکن ان کا کام زیادہ تر قانون سازی سے متعلق تھا کہ ان میں کیا کیا تبدیلیاں لائی جائیں، اگر چہ وہ بھی بہت بڑا کام تھا، کونسل کے ذمہ ضیاء الحق صاحب نے ہم لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ بینکنگ کو سود سے پاک کرنے کے لئے اور مالیاتی نظام کو سود سے پاک کرنے کے لئے تجاویز دیں، اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک (پینل مقرر کیا، جس میں متبحر علماء بھی تھے اور بینک کے ماہرین معاشیات بھی۔ اقتصادیات کے جدید ترین ماہرین بھی تھے اور سرکاری ذمہ داریوں کی بناء پر وہ اس بات پر مامور تھے کہ اس کام میں حصہ لیں) پینل نے تقریباً ایک دو سال تک شب و روز محنت کر کے اسلامی بنک کاری اور بلاسودی بینک کاری کے اوپر ایک مفصل اور جامع رپورٹ تیار کی، یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ الحمدللہ رب العالمین پورے عالم اسلام میں اور تمام اسلامی ممالک میں اور صرف مسلم ممالک ہی میں نہیں بلکہ جہاں بھی مسلمان آباد ہیں ان میں اب یہ جذبہ قوت سے پیدا ہو رہا ہے کہ سود جس کو اللہ رب العالمین نے اعلان جنگ قرار دیا ہے اس سے کسی طریقہ پر جان چھڑائی جائے۔

مجھے یہ بتانے میں مسرت ہورہی ہے کہ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل نے جو رپورٹ تیار کی ہے، اسلامی اور بلاسودی بینک کاری کے بارے میں وہ اس وقت تک جتنی رپورٹیں عالم اسلام میں تیار ہوئی تھیں، ان میں سب سے زیادہ جامع اور بہتر رپورٹ ہے اور اس رپورٹ میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ صدر صاحب مرحوم نے اس رپورٹ کے مطابق وزارت خزانہ کو حکم دیا کہ اس رپورٹ کے مطابق عمل درآمد کیا جائے، اور ہمارا پورا مالیاتی نظام سود سے پاک ہو جائے، لیکن یہ ہماری شامت اعمال ہے کہ وزارتوں میں، مالیات کے محکموں میں اور ان جیسے اداروں میں جو حضرات ہیں وہ سود کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ ان کو ادنیٰ قسم کی بھی کوئی کراہت اس میں نظر نہیں آتی بلکہ وہ اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ اس کو چھوڑنے کو ان کا دل بھی نہیں چاہتا، اگر کوئی معقول عذر بھی نہ ہو تو چھوڑنے کا جی نہیں چاہتا، اس کی وجہ سے وہ اس مسئلہ پر سوچنے کے لئے تیار نہیں ہیں، وہ رپورٹ وہاں وزارت

خزانہ میں پہنچی ،وہاں سے اسٹیٹ بینک کے گورنر کے پاس پہنچی ،تو اسٹیٹ بینک کے گورنر نے پورے بارہ طریقے بینک کے مقرر کئے ،لیکن ان سب بارہ کے بارہ طریقوں کو ایسا تحریف زدہ کر دیا کہ نام تو ہوا بلا سودی بینک کاری کا ،مگر سود جوں کا توں برقرار رہا ،اس کی شکایت علماء کرام نے کی ۔ہم نے بھی بار بار عرض کیا ،ضیاء الحق صاحب سے کہ آپ یہ کام نہ کریں کہ حلال بینک کاری کے نام سے سودی بینک کاری کریں ،اس سے بہتر تو وہ تھا کہ لوگوں کو معلوم تو تھا کہ وہ حرام کر رہے ہیں اور حرام کھا رہے ہیں ،اس میں حرام کھائیں گے ،حلال سمجھ کر کھائیں گے ،اس کی اصلاح کی جائے ،وہ بے چارے یہ کہتے تھے کہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے علماء کو اور وزارت خزانہ کے لوگوں کو پھر جوڑ کر بیٹھاؤں گا ۔لیکن موقع میسر نہ آسکا یہاں تک کہ مسلم لیگ کی حکومت قائم ہوگئی اور وہ انتظام حکومت سے الگ ہوگئے ،صدر ضیاء الحق بحیثیت صدر برقرار رہے لیکن انتظام حکومت جمہوری حکومت کے پاس آگیا ،پھر ۲۹ رمئی ۱۹۸۸ء میں پچھلے سال انہوں نے اسمبلی توڑ کے مسلم لیگ کو توڑا اور دو کمیشن انہوں نے بنائے ایک اسلامی اقتصادی کمیشن ،ایک اسلامی تعلیمی کمیشن ،اسلامی اقتصادی کمیشن کو اب کی انہوں نے طاقت ور بنادیا ۔اسلامی نظریاتی کونسل سے بدرجہا طاقت ور بنایا ۔اس معنی کے لحاظ سے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ذمہ تو صرف اتنا کام تھا کہ وہ سفارشات پیش کر سکے ۔اس کمیشن کو یہ اختیار بھی دیا کہ مالیاتی ادارے جس پر اسٹیٹ بینک اور پاکستان کے تمام بینک شامل تھے ،ان تمام اداروں پر اسلامی اقتصادی کمیشن کو نگراں مقرر کیا اور یہ اقتصادی کمیشن صرف پانچ افراد پر مشتمل تھی ،جس میں مجھ ناکارہ کو بھی رکھا تھا ،اور ایک اسٹیٹ بینک کے گورنر ،وائس چانسلر دو یونیورسٹیوں کے تھے ،ایک اسلامی یونیورسٹی کے ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری صاحب تھے ،میں نے ان سے عرض بھی کیا کہ آپ نے مجھے اس کا رکن بنادیا ہے مجھے تو انگریزی بھی نہیں آتی ،وہ سارا لٹریچر انگریزی میں ہے ،میں کچھ نام ان کے پاس لے کر گیا تھا ۔میں نے ان سے کہا کہ یہ چند نام ہیں جو انگریزی بھی جانتے ہیں ،اقتصادیات پر بھی ان کی نظر ہے ،ان میں سے کسی کو لے لیں ،انہوں نے کہا ۔آپ تو رہیں ،آپ کو کسی کی ضرورت ہوگی تو

اضافہ ہو جائے گا، ہم آپ کو تکلیف نہیں ہونے دیں گے، ہم آپ کو ایسا اسسٹنٹ دیں گے جو ہر چیز جمع کر کے آپ کو دے گا۔ یہ واقعہ ہے ضیاء الحق صاحب کے شہید ہونے سے دس دن پہلے کا یہ ان سے ہماری آخری ملاقات تھی ۔ پہلا اجلاس بلایا کمیشن کا اس میں انہوں نے دل کھول کر رکھ دیا، انہوں نے کہا کہ میں ہر قیمت پر سود سے پاک کرنا چاہتا ہوں، اس مالی نظام کو اور اپنی ساری ذمہ داری آپ کے سپرد کر رہا ہوں کہ آپ جتنی جلدی ممکن ہو مجھے سفارشات پیش کر دیں، آپ سفارشات پیش کریں گے اور میں اس کا نفاذ کروں گا، اور میں ہر مہینے میں آپ حضرات کے ساتھ پورے پورے دن بیٹھوں گا۔ پھر کہنے لگے وقت کافی نہیں ہے، نومبر میں انتخابات ہو جانے ہیں پھر جب اٹھنے لگے تو کہا کہ آپ اسلام آباد میں ایک دو روز ٹھہریں گے، میں نے کہا مجھے تو یہاں سے سیدھا ایرپورٹ جانا ہوگا، لیکن اگر کوئی ضرورت ہو تو میں رک جاؤں گا، اور اراکین آ گئے، ہم سب سے پھر کہنے لگے کل تو فوج کے ساتھ مشغول ہوں پرسوں ملاقات ہو سکے گی، میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ اور اس مسئلہ کو آگے بڑھائیں، پھر کہنے لگے کہ کل کا دن بیکار جائے گا، اچھا آپ حضرات کو پھر زحمت دوں گا اس طرح رخصت ہوئے ۔ پھر ۱۷ ر کو اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کے مرتبہ سے سرفراز فرمایا، یہ کام ادھورا رہ گیا۔ کمیشن وجود میں آچکا تھا اور الحمدللہ کمیشن نے کام جاری رکھا اور اس کمیشن میں چونکہ گورنر اسٹیٹ بینک خود موجود تھے، اس لئے اسٹیٹ بینک کی طرف سے کسی اعتراض اور رکاوٹ کا راستہ نہیں رہا، الحمدللہ اس کمیشن نے آٹھ مہینہ میں ایک جامع اور مفصل رپورٹ تیار کی ۔ اس رپورٹ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس رپورٹ کے تیار کرنے کے لئے بینک کے ماہرین جمع تھے، بلکہ وہ دارالعلوم میں آجاتے اور صبح سے شام تک بیٹھتے تھے اور رات ہو جاتی تھی، اپنے تخصص فی الافتاء کے طلبہ کو ان کے ساتھ لگا دیتے تاکہ کتابیں وغیرہ نکالنے میں دشواری نہ ہو، کئی دن صبح سے لے کر شام تک مجلس رہی ، اور بینکنگ کے ماہرین تھے سمجھ میں آ گیا کہ یہ کام کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ان کا ذہن خوب کام کر رہا تھا کہ اچھا ہم اس طریقہ سے کر دیں گے تو جائز ہو جائے گا، غرض کہ ان کی جتنی مشکلات تھیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے

وہ سب حل ہوگئیں اورایک جامع رپورٹ تیار کی، کمیشن میں پیش کرنے سے پہلے پھر یہ اہتمام کیا کہ بینک کے سربراہوں کو جمع کیا کہ ان کے سامنے اگر کوئی اعتراض ہوتو خود پیش کریں، وہ تو پیش ہوگئی اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے حل کر دیا، پھر صنعت کاروں اور بڑے بڑے سرمایہ داروں اور تاجروں کے ساتھ ایک میٹنگ ہوئی کہ ان کے سامنے کوئی الجھن ہوتو اس کو بھی دور کر لیا جائے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ بھی دور ہوگئی اور کمیشن کا جو اجلاس سنیچر کے دن ہونے والا تھا کہ ہم اسی میں پیش کریں گے رپورٹ اور مجھے امید ہورہی تھی کہ اس کے بعد جو بجٹ آنے والا ہے اس وقت تک یہ سارے قوانین نافذ ہوجائیں گے۔اس رپورٹ کا حاصل یہ تھا کہ پورے بینک کا نظام سود سے بالکلیہ پاک ہوجاتا، میں سمجھتا تھا کہ زندگی کی قیمت وصول ہوجائے گی، سنیچر کو اجلاس ہونے والا تھا جمعہ کو یہ کمیشن ختم ہوگیا اس کو توڑا نہیں گیا۔خود بخود ختم ہوگیا۔وجہ اس کی یہ تھی کہ صدارتی آرڈی نینس کے تحت بنایا گیا تھا، چار مہینے تک اس کی مدت ہوسکتی تھی، چار مہینہ کے بعد دوبارہ اس کی تجدید کرسکتا ہے۔تو موجودہ صدر غلام اسحاق نے چار مہینے کے لئے تجدید کردی، اب اس طرح آٹھ مہینہ کام کرنے کا موقع مل گیا، جب آٹھ مہینہ پورے ہوگئے تو اب اسمبلی وجود میں آگئی تھی، جب تک اسمبلی اس کی توثیق نہ کرے وہ آرڈینینس کالعدم ہوجائے گا۔

سنیچر کو ہماری میٹنگ ہونے والی تھی، جمعہ کو اس کی مدت ختم ہوگئی، اسلام آباد سے فون آیا کہ آرڈینینس ہی ختم ہوگیا جس کے تحت یہ کمیشن قائم ہوا تھا۔إنا لله و إنا إليه راجعون۔ بہرحال یہ سب حالات تھے، الحمدللہ یہ اجتماعی اجتہاد کا کام پاکستان میں بھی چل رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو کام یہاں ہورہا ہے اس میں اور جو کام وہاں ہورہا ہے اس میں ان دونوں کے مابین ربط ہو اور ایک دوسرے کی معلومات اور تحقیق سے ہم استفادہ کریں۔اللہ تعالیٰ ہماری ان تمام مشکلات اور مسائل میں مدد فرمائے۔رہنمائی فرمائے۔اور ہمیں اپنے اسلاف کی راہ راست پر چلتے ہوئے ان مسائل پر پوری توانائیاں خرچ کرنے کی توفیق کامل عطا فرمائے۔

☆☆☆